مختصر اُصولِ تفسیر

قرآن مجید کے طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُصولِ تفسیر سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرے۔ کسی بھی فن کے بنیادی اُصولوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ آدمی فاش غلطیوں سے محفوظ رہ سکے۔ تفسیر کا مطلب وضاحت ہے، قرآن ایک جامع اور بلیغ کلام ہے، جس میں ایجاز ہے اور بے شمار محذوفات ہیں۔ مفسرین پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نچھاور کرے، جنہوں نے اللہ کے کلام کو سمجھانے کے لیے تفسیریں لکھیں۔ امام طبریؒ (م310ھ) اور امام قرطبیؒ (م671ھ) کے علاوہ بے شمار بڑے نام ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک ان شاء اللہ جاری وساری رہے گا۔

اُصولِ تفسیر کے سلسلے میں چار کتابیں بڑی اہم ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م728ھ) کا مقدمہ فی اُصول التفسیر، شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی (م1176ھ) کی الفوز الکبیر، مولانا حمید الدین فراہیؒ (م1348ھ) کے رسائل اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (م1399ھ) کی کتاب قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں۔ تفہیم القرآن کے مقدمے میں بھی بعض اہم باتیں ہیں۔ علومِ قرآن پر بہت لوگوں نے لکھا ہے۔ ابو حیان اندلسیؒ (م754ھ) بدرالدین زرکشیؒ (م794ھ) اور جلال الدین سیوطیؒ (م911ھ) کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم یہاں چند بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، جو مندرجہ بالا علماء کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

1- تفسیر القرآن بالقرآن:

تفسیر کا پہلا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ (مقدمہ فی اصول التفسیر للامام ابن تیمیہؒ (م728ھ)

(a) کیونکہ متکلم خود اپنے کلام کی بہترین وضاحت کر سکتا ہے۔

(b) کیونکہ قرآن میں کہیں اجمال ہے کہیں تفصیل۔

(c) کیونکہ قرآن تناقض سے پاک ہے۔

قرآن کریم کلام اللہ ہے، اس لیے اس کی آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دوسرے کی تصدیق و تائید اور تفسیر و تشریح کرتی ہیں، اِلّا یہ کہ ایک آیت کا دوسری آیت کے لیے ناسخ ہونا ثابت ہو جائے اور نسخ کی صورت میں بھی حقیقی تضاد نہیں ہوتا، کیونکہ ناسخ دراصل منسوخ کی مدتِ عمل کے اختتام کا بیان اور اعلان ہوتا ہے۔

مثال: اس کی ہزاروں مثالیں ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ایک مضمون کئی جگہ آیا ہے کہ انسان کو اُس کی محنت کا صلہ ملتا ہے اگر وہ دنیا چاہتا ہے تو اُسے دنیا مل جاتی ہے، اور اگر وہ آخرت چاہتا ہے تو اسے آخرت ملے گی۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ اللہ سے دنیا بھی مانگیں اور آخرت بھی۔ جو صرف دنیا مانگے گا، اسے آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ کے پاس دنیا بھی ہے اور آخرت بھی۔ دنیا ہو یا آخرت ہر ایک کے لیے

محنت ضروری ہے، چنانچہ اس کے لیے کھیتی ﴿حرث﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ان سب چیزوں کا جامع اور صحیح مفہوم صرف اسی وقت معلوم ہو سکے گا جب سورۃ البقرۃ کی آیت: 200، سورۂ نساء کی آیت: 134 اور سورۃ شوریٰ کی آیت: 20 کو ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔

2- صحیح احادیث سے قرآن کی تفسیر:

تفسیر کا دوسرا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر احادیث صحیحہ سے کی جائے۔ یہ قرآنِ کریم کے فہم و تفہیم اور تفسیر و تاویل کا دوسرا آسمانی ماخذ ہے، جو وحی پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے جو اَقوال و اَفعال ثقہ و معتمد راویوں کے ذریعے سندِ متصل کے ساتھ ہم تک پہنچے ہوں، وہ قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کا دوسرا معتمد ذریعہ ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ صحیح احادیث اور غیر منسوخ سنتوں کے خلاف تفسیر کرنا ﴿تحریف﴾ ہے۔

صحیح اور ثابت شدہ احادیث کی روشنی میں تفسیر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ

(a) آپ ﷺ پر قرآن اس لیے نازل کیا گیا کہ آپ ﷺ اس کی تبیین، تشریح اور وضاحت کریں۔

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (النحل:44)

(b) آپ ﷺ کو ﴿بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں قرآن کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (النساء:105)

(c) قرآن نبیٔ اکرم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

(d) قرآن کے اَحکام اجمالی ہیں اور حدیث میں تفصیل۔ جیسے: اقامتِ صلوۃ، ایتائے زکوۃ، قطع ید وغیرہ۔

(e) آپ ﷺ معصوم ہیں۔ انبیاء کی معمولی لغزش کی بھی فوراً تصحیح کر دی جاتی ہے۔ وہ دنیا کے لیے نمونہ اور مثال ہوتے ہیں۔

احادیث کے سلسلے میں ایک اہم اُصول:

قرآن کی تفسیر میں ضعیف اور موضوع (جھوٹی، گھڑی ہوئی) روایات سے بچنا چاہیے۔ تفسیر ثعلبی، تفسیر واحدی اور علامہ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف میں ہر ایک سورۃ کے فضائل کی اکثر حدیثیں موضوع (Fabricated) ہیں۔

دو مثالیں:

(a) ﴿ظلم﴾ کا مشہور و معروف مطلب ناانصافی ہے، لیکن قرآن میں ﴿ظلم﴾ کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ صحیح البخاری کی حدیث: 32 سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الانعام کی درج ذیل آیت میں ﴿ظلم﴾ کا مطلب ﴿شرک﴾ ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (الانعام:82)

”حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ﴿ظلم﴾ کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت میں ﴿ظلم﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مُراد ﴿شرک﴾ ہے، جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے: ﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ (لقمان:13)

"اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بناؤ، یقیناً ﴿شرک﴾ بہت بڑا ﴿ظلم﴾ ہے"

(b) اسی طرح سورۃ الحجر کی مندرجہ ذیل آیت میں ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ﴾ کا مطلب ﴿سورۃ الفاتحہ﴾ ہے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ﴾ (الحجر:87)

صحیح البخاری میں حضرت ابو سعیدؓ بن المعلی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ﴾

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ فاتحۃ الکتاب، حدیث:4,204)

3- اَقوالِ صحابہ سے قرآن کی تفسیر:

تفسیر قرآن کا تیسرا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر اَقوالِ صحابہؓ سے کی جائے۔ بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م 32ھ) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م 68ھ) کے اقوال سے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے قرآن کو دیکھا جائے گا۔ پھر صحیح احادیث کو دیکھا جائے گا اور پھر اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کوئی مستند تفسیر بھی ثابت نہ ہو تو پھر صحابہؓ کے آثار کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کی جائے گی۔ صحابہؓ کے اقوال سے تفسیر میں اس لیے مدد لی جاتی ہے کیونکہ

(a) صحابہؓ اہلِ زبان تھے۔

(b) صحابہؓ ہی کے محاورے میں قرآن نازل ہوا تھا۔

(c) صحابہؓ اُس کے پس منظر کو سمجھتے تھے۔

(d) صحابہؓ نے خود رسول ﷺ کی زبان سے قرآن اور اس کا مطلب سیکھا تھا۔

(e) صحابہؓ تفسیر میں احتیاط سے کام لیتے تھے۔ صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی طرح معصوم نہیں ہیں۔ قرآن کی تفسیر میں بعض اوقات صحابہؓ کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ اختلاف لفظی زیادہ اور معنوی کم ہوتا ہے۔

(f) صحابہؓ کے درمیان اگر قرآن کی تفسیر میں اختلاف نظر آئے تو ان میں سے اقویٰ قول کی پیروی کی جائے گی، البتہ اجماعِ صحابہؓ حجت ہے۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)۔ اقویٰ قول سے مراد، وہ قول ہے جو قرآن اور صحیح احادیث سے قریب تر ہو اور جو قول زیادہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہوا ہو۔

صحابہ کرامؓ میں مندرجہ ذیل دس افراد تفسیر کے امام سمجھے جاتے ہیں۔

(1) حضرت ابو بکر صدیقؓ (م 13ھ) (2) حضرت عمر فاروقؓ (م 24ھ)

(3) حضرت عثمان بن عفان ؓ (م 35ھ) (4) حضرت علی بن ابی طالب ؓ (م 40ھ)

(5) حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ (م 32ھ) (6) حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ (م 68ھ)

(7) حضرت اُبی بن کعب ؓ (م 29ھ) (8) حضرت زید بن ثابت ؓ (م 45ھ)

(9) حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ (م 54ھ) (10) حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ (م 73ھ)

مثال:

سورۃ لقمان کی آیت: 6 میں ﴿لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ (م 32ھ) نے اس لفظ کے بارے میں تین مرتبہ زور دے کر فرمایا:

﴿هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ﴾ "خدا کی قسم! اس سے مراد گانا (موسیقی) ہے۔" (ابن جریر، ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی)

4- تابعین کے اقوال سے قرآن کی تفسیر:

قرآن کی تفسیر کا چوتھا مأخذ تابعین کے اقوال و آثار ہیں، بشرطیکہ سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں، بالخصوص حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کے مکی شاگردوں کے اقوال سے جیسے: مجاہدؒ، عکرمہؒ، قتادہؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ وغیرھم۔ تابعین، صحابہ کرام ؓ کے تلامذہ تھے اور انہوں نے صحابہ ؓ سے علم حاصل کیا تھا۔ وہ اصحاب رسول ﷺ کی سیرت اور سنت کے تابعین باحسان تھے، اس لیے ان کو تابعین کہا جاتا ہے۔

جلیل القدر تابعین نے چونکہ تفسیر کے بعض ماہر صحابہ ؓ سے علم حاصل کیا تھا، اس لیے اُن کے اقوال کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا، لیکن اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(a) تابعین کا اختلاف حجت نہیں ہے، البتہ تابعین کا اجماع حجت ہوتا ہے۔

(b) تفسیری منقولات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اسنادی اور غیر اِسنادی۔ صحابہ ؓ اور تابعینؒ کے تفسیری اقوال میں مضبوط سند والی روایات ہی قبول کی جائیں گی۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

(c) ملاحم اور مغازی کی کتابوں میں درج واقعات سے تفسیر مناسب نہیں، اگر وہ صحیح سند کے ساتھ نقل نہ کی گئی ہوں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں "تین چیزیں ایسی ہیں، جس میں اسناد نہیں ہوتی۔ تفسیر، ملاحم اور مغازی"۔ اس طرح کی اکثر روایات منقطع یا ﴿مُرْسَل﴾ ہوتی ہیں۔

مثال:

سورۃ النور کی آیت: 31 میں ﴿التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مشہور تابعی حضرت قتادہؒ (م 118ھ) فرماتے ہیں: ایسا دست نگر آدمی، جو پیٹ کی روٹی پانے کے لیے تمہارے ساتھ لگا رہے۔

مشہور تابعی حضرت مجاہدؒ (م 107ھ) فرماتے ہیں: اِربہ (ابلہ)، جو روٹی چاہتا ہے اور عورتوں کا طالب نہیں ہے۔

5- عربی زبان کے معروف اُصول و قواعد کے مطابق قرآن کی تفسیر:

قرآن مجید کی تفسیر کا پانچواں اور اہم اُصول یہ ہے کہ تفسیر عربی زبان کے معروف قواعد کے مطابق کی جائے۔
مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان پر مہارت رکھتا ہو۔ علم نحو پر قدرت ہو۔ اسم کی اعرابی حالتوں کی صحیح توجیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ علم صرف سے شغف ہو۔ اَفعال واَسماء کے تصرفات سے واقف ہو۔ علم اشتقاق پر مہارت ہو، ہر لفظ کے مادّوں کا علم رکھتا ہو۔ اور سب سے زیادہ اہم چیز یہ کہ بلاغتِ کلام کا اعلیٰ ذوق رکھتا ہو۔ بلاغت میں علمِ معانی، علم بیان اور علم بدیع بھی شامل ہے۔ مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ تشبیہات، استعارے، کنائے وغیرہ سے واقف ہو۔ ایجاز اور اطناب کی وجوہات کو جان سکتا ہو۔ محذوف چیزوں کا سراغ لگا سکتا ہو۔
قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے عربی زبان کے علم کے بغیر فہم قرآن ممکن ہی نہیں ہے۔ احادیث کی زبان بھی عربی ہے اور رسول اللہ ﷺ افصح العرب تھے۔ عربی فصاحت وبلاغت اور عربوں کے محاوروں کا علم رکھنا بھی لازمی ہے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اپنے دیوانوں سے مدد لو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے دیوان کیا ہیں؟ تو آپ نے وضاحت کی کہ جاہلیت کے اشعار۔

دومثالیں:

(a) بعض منکرینِ حدیث نے جو عربی زبان سے ناواقف ہیں ﴿اِضرِب بِعَصَاكَ الحَجَرَ﴾ کا ترجمہ "اپنی لاٹھی سے چٹان پر مارو" کے بجائے "اپنی جماعت کو پہاڑ کی سیر کراؤ" سے کیا ہے۔ وہ بے چارے یہ بھی نہیں جانتے کہ صرف ﴿ضرب﴾ کا مطلب مارنا ہے اور ﴿ضرب فی﴾ کا مطلب باہر نکلنا ہے۔

(b) اسی طرح ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ المُحسِنِين﴾ کا ترجمہ ایک گمراہ صوفی نے یہ کیا ہے کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے صوفیاء کو چمکا دیا۔" اس نادان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ﴿اِنَّ﴾ کے جواب میں ﴿لَ﴾ آتا ہے۔ جیسے ﴿اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسر﴾ علم بلاغت کے سلسلے میں مزید گفتگو سیاق وسباق کے باب میں کی جائے گی۔

6- اجتہاد اور رائے سے قرآن کی تفسیر اور اُس کی دو قسمیں:

تفسیرِ قرآن کا چھٹا اُصول یہ ہے کہ قرآن میں تدبر اور تفکر سے کام لے کر مندرجہ بالا قواعد کی روشنی میں رائے اور اجتہاد کا اظہار کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے۔ خود قرآن نے عقل سے کام لینے کی ہدایت کی ہے۔ اس لیے ایک مفسرِ قرآن اپنی عقل کو

استعمال کرتے ہوئے قرآن میں غور وفکر سے کام لیتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں ﴿تَفَقُّه فِي الدِّين﴾ حاصل ہوتا ہے۔ صحابہؓ میں قرآن کے سب سے بڑے مفسر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! انہیں دین کا فہم عطا فرما اور انہیں تفسیر وتاویل کے علم سے بہرہ ور کر دے۔ ﴿اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ﴾
(مسند احمد: 2397، صحیح)

"یا اللہ! عبد اللہ ابن عباسؓ کو دین میں گہرا علم عطا فرما اور انہیں قرآن کی تفسیر و تاویل کا فہم عنایت فرما۔"

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس کوئی خصوصی علم اور راز کی باتیں موجود نہیں ہیں ﴿إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ﴾ سوائے فہم قرآن کے جو کسی شخص کو دیا گیا ہو" (صحیح بخاری: 2882)۔ حضرت علیؓ کے قول سے باطنیت کی بھی تردید ہو گئی اور قرآن میں غور وفکر اور تدبر و تفکر کے بعد اپنی آراء کے اظہار کی اہمیت بھی اجاگر ہو گئی۔ یہ فہم قرآن ہے۔ یہی تفسیر بالرائے ہے۔

تنبیہ: تفسیر بالرائے کے صحیح مطلب کو سمجھنا ضروری ہے، بعض لوگ ہر چیز کو تفسیر بالرائے کہہ کر اسے حرام قرار دیتے ہیں اور بعض گمراہ اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر من مانی تفسیر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں امام ابن تیمیہؒ نے اپنے مقدمے میں چند اہم باتیں لکھی ہیں۔ ان کا خلاصہ ہم آسان الفاظ میں درج کرتے ہیں۔
تفسیر بالرائے کی دو (2) قسمیں ہیں۔ تفسیر بالرائے محمود اور تفسیر بالرائے مذموم۔

(a) تفسیر بالرائے محمود:

محمود کا مطلب قابلِ تعریف ہے۔ تفسیر بالرائے قابلِ تعریف ہے، اگر مفسر نے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر میں دیگر کئی آیتیں پیش کی ہوں، آیت کی تفسیر میں تمام صحیح احادیث نقل کر کے ضعیف اور جھوٹی احادیث کا ابطال کیا ہو۔
صحابہ کرامؓ کے اجماع کا ذکر کیا ہو اور اُن کے اقوال درج کر کے راجح قول کی طرف نشاندہی کی ہو۔ تابعین کے اقوال سے استدلال کیا ہو۔ عربی زبان کے محاوروں اور روز مرہ سے بحث کی ہو اور اس کے بعد محکم اور مضبوط دلائل کے ساتھ اپنی ترجیحی رائے درج کی ہو۔ یہ ترجیحی رائے، تفسیر بالرائے محمود ہے۔ قابلِ تعریف ہے۔ اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام کی ضامن ہے۔

(b) تفسیر بالرائے مذموم:

تفسیر بالرائے کی دوسری قسم قابلِ مذمت ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے، جس میں ایک آدمی قرآن، صحیح احادیث، صحابہؓ اور تابعین کے اقوال سے استشہاد کے بغیر صرف اور صرف اپنی ذاتی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے اور اپنے ذہن میں پہلے سے قائم شدہ نظریات کی دلیلیں قرآن سے تلاش کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے۔ صحیح احادیث کا انکار کرتا ہے۔ اپنی عقل کو صحیح احادیث پر فوقیت دیتا ہے۔ معجزات کا انکار کرتا ہے۔ عربی زبان کے معروف قواعد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ایسا مفسر قابلِ مذمت ہے اور اللہ کے ہاں عذاب کا مستحق ہے، کیونکہ اُس نے نہ صرف خود کو گمراہ کیا ہے، بلکہ دوسروں کی گمراہی کا

سبب بھی بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ اسی لیے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ صرف اور صرف اپنی ذاتی رائے سے مجرد تفسیر کرنا حرام ہے۔ ﴿وَاَمَّا تَفْسِیْرُ الْقُرآنِ بِمُجَرَّدِ الرَّائِي فَحَرَامٌ﴾ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

بہت سے مستند اقوال صحابہؓ اور اقوالِ تابعین کو نقل کرنے کے بعد تفسیر بالرائے محمود کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بھلا دنیا میں کوئی ایسا مفسر گذرا ہے، جس نے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا ہو؟

چنانچہ فرماتے ہیں: ﴿فَاَمَّا مَنْ تَکَلَّمَ بِمَا یَعْلَمُ مِنْ ذٰلِكَ لُغَةً وَ شَرْعًا, فَلاَ حَرَجَ عَلَیْهِ﴾

"جہاں تک اُس شخص کا تعلق ہے، جو لغت پر مہارت رکھتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے احکام سے مکمل واقفیت رکھتا ہے، اگر وہ اپنی رائے کا اظہار کرے تو کوئی حرج نہیں۔" (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

علمائے سلف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ جب علم ہوتا تو گفتگو کرتے۔ لاعلمی کی صورت میں سکوت اختیار کرتے۔ علم رکھنے کے باوجود خاموشی اور سکوت اختیار کرنا عالم کے لیے بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ کتمانِ علم کی تعریف میں آتا ہے۔

مفسر کی اجتہادی غلطیاں:

مفسر ایک امتی ہے۔ رسول نہیں ہے۔ معصوم نہیں ہے۔ بہت بڑا عالم دین ہے، لیکن بہر حال ایک انسان ہے۔ علم اور حسن نیت کے باوجود اس سے اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ کتنی متوازن گفتگو کرتے ہیں! بدعتی مفسر کی غلطیوں اور اہل سنت والجماعت کے نیک نیت مفسر کی اجتہادی غلطیوں کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿وَفِي الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ مِنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَتَفْسِیْرِهِمْ اِلٰى مَا یُخَالِفُ ذٰلِكَ, كَانَ مُخْطِئًا فِيْ ذٰلِكَ, بَلْ مُبْتَدِعًا وَاِنْ كَانَ مُجْتَهِدًا مَغْفُوْرًا لَهٗ خَطْؤُهٗ﴾ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

"مختصر یہ کہ تفسیر میں جو شخص صحابہؓ اور تابعینؒ کے راستے سے ہٹ جاتا ہے اور اس کے خلاف موقف اختیار کرتا ہے، وہ اس معاملے میں نہ صرف غلطی کرتا ہے، بلکہ بدعتی ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر مفسر نے اجتہاد کیا ہے (اور اس نے اپنے تفسیری اجتہاد میں ٹھوکر کھائی ہے، جب کہ اس کی نیت اور طریقۂ کار صحیح ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی غلطی معاف کر دے گا۔"

تفاسیر میں بے فائدہ تفصیلات:

قرآن کے طالبِ علم کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض تفسیروں میں نہ صرف غیر مستند واقعات ہوتے ہیں، بلکہ بے فائدہ اور بے اصل تفصیلات بھی ہوتی ہیں۔ مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تفسیر کو فضول اور بے فائدہ تفصیلات سے پاک رکھے، جن کی کوئی دلیل اور سند نہ ہو۔

مثالیں:

اصحابِ کہف کے بارے میں بحث کرنا کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت نوحؑ کی کشتی کی لمبائی اور چوڑائی کتنی تھی؟ قرآن مجید

میں بھی بے فائدہ تفصیلات سے گریز کیا گیا ہے۔ قرآن مقاصد پر نگاہ رکھتا ہے۔ قرآن کے طالبِ علم کو بھی قصے کے مقصد پر نگاہ رکھنی چاہیے کہ اصحاب کہف کیوں غار میں جانے پر مجبور ہوئے؟ حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

بلاغت اور سیاق وسباق

بلاغت ایک وسیع چیز ہے۔ یہاں صرف چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(a) ایک ہی لفظ کے مختلف معانی:

قرآن کے طالبِ علم کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہر زبان کی طرح عربی زبان میں بھی ایک ہی لفظ، مختلف مطالب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿ربّ، اِلٰہ، عبادت، دین، طاغوت، ذکر، امۃ، روح، صلوۃ﴾ وغیرہ کے مختلف معانی ہیں اور ہر جگہ ان کا الگ مفہوم ہوتا ہے۔

سارے معانی ذہن میں ہوں تو سیاق وسباق سے قرآن کے اِس مخصوص مقام پر، مخصوص معنیٰ کا تعین دشوار نہیں ہوتا۔

(b) ایک ہی مضمون کے لیے مختلف الفاظ:

بعض اوقات ایک ہی مضمون کے لیے کئی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

جیسے: روزِ قیامت انسانوں کو اُن کے اعمال دکھائے جائیں گے۔ یہ ایک مضمون ہے۔ اِس مضمون کے اظہار کے لیے ﴿ یَنْظُرُ، یَرَہٗ، یُنَبِّئُکُمْ، عَلِمَتْ نَفْسٌ، مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ، اِقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ وغیرہ﴾ جیسے کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

اسی طرح خود ساختہ باطل تصورِ شفاعت ایک مضمون ہے۔ اس کی تردید کے لیے قرآن میں کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

جیسے: ﴿لَا يَتَكَلَّمُوْنَ، لَا يَمْلِكُوْنَ، فَلَا تُخَاطِبْنِیْ، مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ﴾ وغیرہ وغیرہ۔

(c) ایک ہی جملے کے دو مختلف مطلب:

بعض اوقات ایک ہی جملہ سلسلۂ کلام میں مختلف مفہوم دیتا ہے۔ جیسے سورۃ ق میں ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ آیت 23 اور 27 میں۔ ایک جگہ ﴿قرین﴾ کا مطلب فرشتہ ہے اور دوسری جگہ شیطان۔ اور سورۃ البقرۃ میں آیت 215 اور آیت 219 میں ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ میں ایک جگہ اس کا مطلب ہے کیا اور کتنا خرچ کیا جائے اور دوسری جگہ اس کا مطلب ہے کس پر خرچ کیا جائے؟ اس کا تعین بھی سیاق وسباق سے ہوتا ہے۔ آگے تفصیل آرہی ہے۔

7- سیاق وسباق کے مطابق قرآن کی تفسیر:

قرآن مجید کی تفسیر کا ساتواں اہم اُصول یہ ہے کہ زیرِ بحث آیت سے پہلے کی آیات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ اسے ﴿سباق﴾ کہتے ہیں۔ اور زیرِ بحث آیت کے بعد والی آیات کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔ اسے ﴿سیاق﴾ کہتے ہیں۔ یہی نظمِ کلام ہے۔ اسے ربطِ کلام بھی کہتے ہیں۔ اسے تناسبِ آیات کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یہاں چند باتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

سیاق وسباق میں لفظ کا مخصوص مطلب:

ہر لفظ کا ایک لغوی مفہوم ہوتا ہے، بعض اوقات ایک اصطلاحی اور شرعی مفہوم بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ہر کتاب رکھنے والے کو ﴿اہل الکتاب﴾ نہیں کہا جاسکتا۔ بعض اوقات سیاق وسباق سے لفظ کا ایک نیا مخصوص مطلب سامنے آتا ہے۔ اس پر نگاہ ہونی چاہیے۔ مثلاً ﴿الحِکمة﴾ کا معروف ومشہور مفہوم دانائی ہے، لیکن سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 261 تا 274 کا مطالعہ کیجیے۔ یہ انفاق ﴿فِي سَبِيلِ اللهِ﴾ کے موضوع پر 14 آیات ہیں۔ اس کے آخر میں فرمایا گیا ﴿وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾۔ یہاں عمومی مطلب کے علاوہ ایک خصوصی مطلب بھی ہے۔ سلسلۂ کلام اور سیاق وسباق کو پیشِ نظر رکھیے تو ﴿الحِکمة﴾ کا خصوصی مطلب فیاضی، سخاوت اور دریا دلی معلوم ہوتا ہے۔ الفاظ کے بارے میں تین (3) باتیں یاد رکھیے۔

(a) ہر لفظ گونگا ہوتا ہے۔

(b) لغت اور قاموس میں آکر یہی لفظ تتلانے لگتا ہے۔

(c) البتہ سیاق وسباق میں بولنے لگتا ہے اور اپنے صحیح مفہوم ومدعا کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(a) ﴿مُتَّقِين﴾ کا لفظ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔ ہر جگہ اس کا ایک مخصوص مطلب ہو گا۔

سورۃ التوبہ میں ﴿مُتَّقِين﴾ کا لفظ عہد اور معاہدوں کی پابندی کرنے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ خارجہ پالیسی کے ﴿مُتَّقِى﴾ ہیں۔ (التوبہ: 4، 7) سورۃ القصص میں یہی لفظ، حدود وقیود میں رہ کر اپنے اختیارات کا استعمال کرنے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ عسکری قوت رکھنے والے صاحبِ اقتدار ﴿مُتَّقِى﴾ ہیں۔ (القصص: 83)

سورۃ النبأ میں ﴿مُتَّقِين﴾ کا لفظ، احساسِ قیامت اور احساسِ جزاء وسزاء کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کے لیے ﴿طاغين﴾ کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔ (النبأ: 31)

(b) ﴿طاغين﴾ کا لفظ اسی سورت میں ایک مخصوص مطلب رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو قیامت کے احساس سے بے نیاز ہو کر بے لگام زندگی گزارتے ہیں۔ (النبأ: 22)

(c) ﴿مُسْرِفِين﴾ کا لفظ، جائز معاملات میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے والوں کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا ایک مخصوص مطلب بھی ہے۔ (الانعام:141)

﴿مُسْرِفِين﴾ کا یہ لفظ، فرعون کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ فرعون اپنے اقتدار و اختیار میں ﴿اِسراف﴾ کے جرم کا مرتکب تھا۔ (یونس:83)

قرآن فہمی کے دو طریقے

8- نزولی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا:

قرآنِ مجید کی تفسیر کا آٹھواں اُصول یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو اُس کی نزولی ترتیب کے مطابق سمجھا جائے اور سورتوں اور آیتوں کے شانِ نزول کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ قرآن فہمی کے دو طریقے ہیں۔ نزولی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا اور کتابی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا۔ شانِ نزول کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر مہارت ضروری ہے مکی دور کے مستند واقعات اور مدنی دور کے مستند واقعات۔ معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا میں پہلے قرآن نہیں آیا، بلکہ پہلے محمدؐ آئے ہیں اور چالیس سال کی عمر میں آپ پر قرآنِ مجید کے بتدریج نزول کا آغاز ہوا۔

قرآن سیرت النبی ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ جو نادان سیرت النبی ﷺ کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ ٹھوکر کھائے گا اور نہ صرف خود گمراہ ہو گا بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ منکرین حدیث کا یہی معاملہ ہے۔

سورتوں اور آیتوں کے نزول کے بارے میں وارد صحیح اور مستند روایات کو پیشِ نظر رکھنے سے قرآن فہمی کی منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

(a) مکی اور مدنی سورتیں:

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے مکی سورتوں کی ترتیب کو سمجھے اور پھر مدنی سورتوں کی ترتیب کو سمجھے۔

مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں، جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں، جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئیں، قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں نازل ہوئیں۔ سب سے آخر میں نازل ہونے والی مکمل سورت ﴿النصر﴾ ہے، جو حجۃ الوداع کے موقع پر 10ھ میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی، لیکن یہ اصطلاحاً ﴿مدنی﴾ کہلاتی ہے۔

یہاں ایک اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منسوب ایک روایت ابن ضریس کی ہے۔ یہ روایت منقطع ہے، اس پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

امام سیوطیؒ نے بھی جو ترتیب بیان کی ہے، وہ بھی اسنادی اعتبار سے محلِ نظر ہے۔

(b) مکی سورتیں نوے(90)ہیں اور مدنی سورتیں چوبیس(24) ہیں۔عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سورۃ الرعد، سورۃ الرحمن، سورۃ الدھر اور سورۃ الزلزال مدنی ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ چاروں مکی ہیں۔ مکی اور مدنی سورتوں کو زمانی ترتیب کے لحاظ سے ابتدائی، وسطی اور آخری دور کی سورتوں میں مزید تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

نزولی ترتیب کو سمجھنے کے لیے چند اہم واقعاتِ سیرت اور اُن کی تاریخیں

مکی دور کی سورتوں کی نزولی ترتیب کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس میں ہمیں خارجی شواہد سے بھی کام لینا پڑتا ہے اور داخلی شواہد سے بھی۔ خارجی شواہد کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے، جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، دوسری وہ، جن کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ سورۃ کے اندر کا مواد خود رہنمائی کرتا ہے کہ یہ سورت کس دور میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کو چار(4) بڑے ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ان میں کل نوے(90) سورتیں نازل ہوئیں۔ تفصیل یہ ہے:

چار بڑے مکی اَدوار:

پہلا دور	آغاز نبوت سے 3 نبوی تک	تین سال	13 سورتیں
دوسرا دور	4سے 5 نبوی تک	دو سال	42 سورتیں
تیسرا دور	6 سے 10 نبوی تک	پانچ سال	22 سورتیں
چوتھا دور	11 نبوی سے ہجرتِ مدینہ تک	تین سال	13 سورتیں
	کل 13 سال		کل مکی سورتیں 90

1۔ ابتدائی خفیہ دور میں نازل ہونے والی سورتیں

پہلی وحی: سورۃ العلق کی ابتدائی 5 آیات سے وحی کا آغاز ہوا۔ یہ رمضان مطابق 10 اگست 610ء کا واقعہ ہے۔

ابتدائی تین سال کے پہلے دور میں غالباً کُل تیرہ(13) سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

96۔ العلق	وحی کا آغاز ابتدائی پانچ آیات سے ہوا
74۔ المدثر	ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں
73۔ المزمل	ابتدائی آٹھ آیات نازل ہوئیں
1۔ سورۃ الفاتحہ	سات آیات پر مشتمل مکمل سورت نازل ہوئی
93۔ الضحیٰ	فترۃ الوحی کے بعد تسلی کے لیے نازل ہوئی

94۔الم نشرح	فترۃ الوحی کے بعد تسلی کے لیے نازل ہوئی
81۔التکویر	مناظر و احوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
82۔الانفطار	مناظر و احوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
97۔القدر	وحی کی قدر و قیمت بتائی گئی
99۔الزلزال	مناظر و احوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
100۔العادیات	مناظر و احوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
101۔القارعۃ	مناظر و احوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
103۔العصر	خسارے سے بچنے کا نسخہ بتایا گیا

2۔اعلان عام کے بعد نازل ہونے والی سورتیں

دوسرے دور میں غالباً کل (42) سورتیں نازل ہوئیں۔ اعلان کے بعد تیئیس (23)، ہجرتِ حبشہ سے پہلے سات (7) اور ہجرتِ حبشہ کے بعد بارہ (12) سورتیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

اعلانِ عام: اعلان عام 4 نبوی مطابق 613ء میں ہوا۔

112۔الاخلاص	توحیدِ ذات کے اعلان کا حکم دیا گیا
95۔التین	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
55۔الرحمن	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
77۔المرسلات	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
75۔القیامۃ	منکرِ آخرت قیادت کی پیروی سے بچنے کا حکم
76۔الدھر	﴿السبیل﴾ دکھا دیا گیا۔ ناشکری نہ کرو
78۔النبا	متقین اور منکرینِ آخرت طاغین کا تقابل
79۔النازعات	خاشعین اور منکرینِ آخرت طاغین کا تقابل
83۔المطففین	توہین و استہزاء کے ماحول میں مالی رویوں پر گرفت
84۔الانشقاق	توہین و استہزاء کے ماحول میں نازل ہوئی
80۔عبس	توہین و استہزاء کے ماحول میں آدابِ دعوت کی تربیت

87۔ الاعلیٰ	دورِ تذکیر میں نازل ہوئی
88۔ الغاشیہ	دورِ تذکیر میں نازل ہوئی
102۔ التکاثر	قریشی قیادت کی مادّہ پرستی پر گرفت
104۔ الھمزہ	قریشی قیادت کی بخیلی اور بداخلاقی پر گرفت
105۔ الفیل	قریشی قیادت کو انتباہ کہ اللہ کعبہ کی حفاظت کرکے رہے گا
106۔ قریش	قریشی قیادت کو بیت اللہ کے رب کی عبادت کا حکم
107۔ الماعون	قریشی قیادت کی تکذیبِ آخرت کے اثرات پر گرفت
108۔ الکوثر	قریشی قیادت کی ہلاکت کی پیش گوئی
109۔ الکافرون	قریشی قیادت سے صاف صاف گفتگو
111۔ ابولہب	قریشی قائد اور اُس کی بیوی کی ہلاکت کی پیش گوئی
113۔ الفلق	توحیدِ ربوبیت کی دعوت کے اعلان کا حکم
114۔ الناس	توحیدِ اُلوہیت وملوکیت کی دعوت کے اعلان کا بھی حکم

دورِ تکذیب میں سورۃ العلق، سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل کی بقیہ آیات نازل ہوئیں۔

ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہونے والی سورتیں:

اس کے بعد دورِ مخالفت شروع ہوتا ہے اور اس میں شدت بڑھتی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں ہجرت حبشہ ہوتی ہے۔
ہجرتِ حبشہ سے پہلے مندرجہ ذیل سات (7) سورتیں نازل ہوئیں۔

29۔ العنکبوت	ہجرتِ حبشہ کا اشارہ
30۔ الروم	مسلمانوں کو آزمائشوں کے بعد کامیابی کی بشارت
31۔ سورۃ لقمان	عقیدے میں مشرک والدین کی بات نہ ماننے کا حکم
39۔ الزمر	ہجرتِ حبشہ کا اشارہ
18۔ سورۃ الکھف	حبشہ کے عیسائیوں میں آدابِ تبلیغ کی تعلیم
19۔ مریم	عیسائیوں میں توحید کی دعوت۔ تثلیث کی تردید
20۔ طٰہٰ	عیسائیوں میں توحید کی دعوت

پہلی ہجرتِ حبشہ: پہلی ہجرت حبشہ رجب 5 نبوی مطابق 614ء ہوئی۔ 12 نو مسلم مردوں اور 4 عورتوں کا حضرت عثمانؓ کی قیادت میں حبشہ کی طرف سفر ہوا۔

دوسری ہجرتِ حبشہ: 82 مردوں اور 18 عورتوں پر مشتمل 100 افراد نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرتِ حبشہ کے بعد نازل ہونے والی سورتیں:

ہجرتِ حبشہ کے بعد غالباً مندرجہ ذیل بارہ (12) سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ دور رسول اللہ ﷺ پر بے سروپا الزامات کا دور تھا اور ﴿تکذیب﴾ کا ﴿تکذیب﴾ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کو جھٹلانا ہے۔

32۔ سورۃ السجدہ	رسول ﷺ پر مفتری ہونے کا الزام
56۔ سورۃ الواقعہ	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
50۔ ق	دورِ تکذیب میں تذکیر کا حکم
51۔ الذاریات	رسول ﷺ پر ساحر و مجنون ہونے کا الزام
52۔ الطور	رسول ﷺ پر شاعر مجنون کاہن اور متقول ہونے کا الزام
67۔ الملک	رسول ﷺ پر گمراہ ہو جانے کا الزام
68۔ قلم	رسول ﷺ پر مجنون اور مفتون ہونے کا الزام
69۔ الحاقۃ	رسول ﷺ پر کاہن، شاعر اور متقول ہونے کا الزام
70۔ المعارج	زرپرست قریشی قیادت کو ہلاکت کی دھمکی
71۔ نوح	آدابِ دعوت اور قومِ نوح کی طرح ہلاکت کی دھمکی
91۔ سورۃ الشمس	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی۔ تکذیبِ ثمود سے انذار
92۔ سورۃ اللیل	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی

سورۃ النجم کی آخری آیات نازل ہوئیں، جبکہ ابتدائی آیات بارہ نبوی میں معراج کے موقع پر نازل ہوئیں۔

3۔ چھ سے دس نبوی میں نازل ہونے والی سورتیں

تیسرے دور میں غالباً کُل بائیس (22) سورتیں نازل ہوئیں۔ ابتداء میں قحط کے بعد نو (9) سورتیں اور شدتِ ظلم کے بعد تیرہ (13) سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ اس دور کے آغاز میں حضرت حمزہ مسلمان ہوئے، ان کے تین دن بعد حضرت عمرؓ اسلام لے آئے۔ یہ واقعہ غالباً ذوالحجہ چھ نبوی مطابق 615ء کا ہے۔

سات نبوی کے قحط کے بعد نازل ہونے والی سورتیں:

سات نبوی (616ء) میں مکے میں قحط پڑا۔ اس دور میں نازل ہونے والی نو (9) سورتیں حسبِ ذیل ہیں۔

21۔ سورۃ الانبیاء	رسول ﷺ پر شاعر و مفتون ہونے کا الزام
23۔ سورۃ المومنون	رسول ﷺ پر مجنون ہونے کا الزام
25۔ سورۃ الفرقان	رسول ﷺ پر مسحور اور مفتری ہونے کا الزام
26۔ سورۃ الشعراء	تشکیک اور رسول ﷺ پر مجنون ہونے کا الزام
27۔ سورۃ النمل	تشکیک اور رسول ﷺ پر ساحر ہونے کا الزام
28۔ سورۃ القصص	ابو طالب کی ہدایت رسول ﷺ کی اختیار میں نہیں
44۔ حٰم الدخان	رسول ﷺ پر مجنون اور معلم ہونے کا الزام
45۔ حٰم الجاثیہ	دہریت میں گرفتار مادّہ پرست لیڈروں کو دھمکی
54۔ سورۃ القمر	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی

اسیری کے تین سال: یہ وہی دور ہے، جس میں قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا تھا۔ یہ واقعہ محرم 7 نبوی مطابق 616ء کا ہے۔ تین سال تک آپؐ کو نظر بند کیا گیا اور اس زمانے کا اختتام محرم 10 نبوی مطابق 619ء میں ہوا۔

دورِ شدتِ ظلم و ستم میں نازل ہونے والی سورتیں:

دورِ ظلم و ستم میں غالباً گیارہ (11) سورتیں نازل ہوئیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ یہ وہ دور تھا، جس میں الزامات بھی تھے لیکن بات الزامات سے بڑھ کر آپ ﷺ کے خلاف سازشوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس دور کے آخر میں حوامیم کی دو سورتیں نازل ہوئیں۔

34۔ سبا	رسول ﷺ پر ساحر مجنون اور مفتری ہونے کا الزام
35۔ سورت فاطر	رسول ﷺ کے خلاف سازشیں
36۔ سورت یٰس	رسول ﷺ پر شاعری کا الزام اور اللہ کا جلال

سورت	موضوع
37۔ سورت الصافات	رسول ﷺ پر ساحر اور مجنون ہونے کا الزام
38۔ سورۃ ص	رسول ﷺ پر ساحر اور کذاب ہونے کا الزام
85۔ سورت البروج	ظلم وستم پر ہلاکت کی دھمکی
86۔ سورت الطارق	﴿کید﴾ یعنی سازشوں کے دور میں نازل ہوئی
89۔ سورۃ الفجر	﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ ہلاکت کی دھمکی
90۔ سورۃ البلد	جب رسول ﷺ پر ظلم حلال کر لیا گیا
40۔ سورۃ حم المؤمن	فرعون کی ہلاکت سے تخویف
41۔ سورۃ حم السجدہ	عاد وثمود کی ہلاکت سے تخویف

اس دور کا اختتام رسول اللہ ﷺ کی رہائی، حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال پر ہوتا ہے، جس کے بعد آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح فرمایا اور دعوت وتبلیغ کے لیے طائف کا سفر کیا۔

(a) انتقال حضرت ابوطالب: رجب 10 نبوی مطابق 619ء

(b) انتقال حضرت خدیجہؓ: رمضان 10 نبوی (دو ماہ بعد)

(c) حضرت سودہ سے نکاح: شوال 10 نبوی مطابق 619ء

(d) سفر طائف: شوال 10 نبوی۔ مطابق جون 619ء میں رسول اللہ ﷺ نے طائف کا تبلیغی دورہ کیا، اسی موقع پر غالباً ﴿سورۃ الاحقاف﴾ اور ﴿سورۃ الجن﴾ کا نزول ہوا۔

سورت	موضوع
46۔ سورۃ الاحقاف	جنات کو قرآن سنایا جاتا ہے
72۔ سورۃ الجن	جنات قرآن سن کر مسلمان داعی بن جاتے ہیں

4۔ آخری تین سالوں میں نازل ہونے والی سورتیں

آخری اور چوتھے دور کے چند اہم واقعات پر نگاہ ڈالیے۔

(a) حضرت عائشہؓ سے نکاح: شوال 11 نبوی مطابق 620ء رخصتی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔

(b) مدینے سے قبیلہ خزرج کے 6 افراد کی مکہ آمد اور قبولِ اسلام: ذوالحجہ 11 نبوی مطابق 620ء

(c) واقعۂ معراج اور فرضیتِ نمازِ پنجگانہ: 27 رجب 12 نبوی مطابق 621ء کو معراج ہوئی۔ واقعۂ معراج کے بعد ﴿سورۃ النجم﴾ کا کچھ حصہ اور ﴿سورۃ بنی اسرائیل﴾ نازل ہوئی۔

(d) پہلی بیعتِ عقبہ: 12 افراد کی مدینے سے آمد اور قبولِ اسلام (10 خزرجی + 2 اوسی) ذوالحجہ 12 نبوی مطابق 621ھ

(e) دوسری بیعتِ عقبہ: 72 افراد کی آمد اور قبولِ اسلام ذوالحجہ 13 نبوی مطابق 622ھ

آخری اور چوتھے دور میں غالباً کُل تیرہ (13) سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

10۔ سورۃ یونس	تشکیک اور الزاماتِ سحر و افتراء میں نازل ہوئی
11۔ ہود	تشکیک اور الزاماتِ سحر و افتراء میں نازل ہوئی
12۔ یوسف	رسول ﷺ کے اخراج کے منصوبے ہو رہے تھے
13۔ الرعد	رسول ﷺ کے خلاف ﴿مکر﴾ سازشیں ہو رہیں تھیں
14۔ ابراہیم	رسول ﷺ کے خلاف ﴿مکر﴾ سازشیں ہو رہیں تھیں
15۔ الحجر	الزاماتِ سحر اور استہزاء کے ماحول میں نازل ہوئی
16۔ النحل	ہجرت مدینہ کا پیشگی اشارہ

12 نبوی میں معراج ہوئی۔ اس سال غالباً دو سورتیں نازل ہوئیں، جن میں سفر معراج کا تذکرہ ملتا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی دعا سکھائی گئی۔ معراج کے موقع پر مکے اور فلسطین کے سفر کے دوران میں آپ ﷺ کو مدینہ منورہ دکھایا گیا۔

17۔ بنی اسرائیل	مدینے میں اسلامی ریاست کے قیام کے اشارے
53۔ النجم	واقعۂ معراج

13 نبوی میں ہجرتِ مدینہ سے پہلے غالباً مندرجہ ذیل چار سورتیں نازل ہوئیں۔

42۔ حٰم الشوریٰ	اسلامی اجتماعیت کی وضاحت
43۔ حٰم الزخرف	قریش کے خلاف اتمامِ حجت اور آخری وارننگ
6۔ سورۃ الانعام	قریش کے خلاف اتمامِ حجت اور آخری وارننگ
7۔ سورۃ الاعراف	قریش کے خلاف اتمامِ حجت اور آخری وارننگ

مدینے کی طرف ہجرت:

27 صفر 14 نبوی کو رسول اللہ ﷺ ہجرتِ مدینہ کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مکے سے روانہ ہوئے۔

مدینہ منورۃ میں نازل ہونے والی (24) چوبیس سورتیں

زمانۂ نزول اور مرکزی مضمون

	سورۃ کا نام	زمانہ نزول	مرکزی مضمون / اہم مضمون
1	سورۃ جمعہ کی آخری تین آیات	1ھ۔ قبا میں پہلا جمعہ پڑھا گیا	خطبہ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے احکام
2	سورۃ الحج آیات: 25 تا 78	1ھ میں	دفاعی جنگ کی اجازت
3	سورۃ التغابن	1ھ میں	جہاد و انفاق کی تمہید
4	سورۃ البقرۃ	2ھ میں۔ جنگِ بدر سے پہلے	تبدیلی قبلہ و امامت، نئی شریعت کے احکام
5	سورۃ الطلاق	2ھ میں۔ جنگِ بدر سے پہلے	طلاق کا استعمال اور قوموں پر عذاب
6	سورۃ محمد	2ھ میں۔ جنگِ بدر سے پہلے	آدابِ جنگ اور اِنفاق کی ترغیب
7	سورۃ الانفال	2ھ میں۔ جنگِ بدر کے بعد	آدابِ جنگ اور غنیمت کے احکام
8	سورۃ الصف	3ھ میں۔ غزوۂ احد کے بعد	اللہ کے مددگار بنو! غالب ہو جاؤ گے!
9	سورۃ ال عمران	3ھ میں	غلبۂ اسلام کی تدبیریں
10	سورۃ الحشر (بنی نضیر)	ربیع الاول 4ھ میں	صفاتِ الٰہی سے نفاق کا علاج
11	سورۃ النساء	4ھ میں	خاندان سے ریاست تک مضبوط اجتماعیت
12	سورۃ الحدید	4ھ میں	عدل و انصاف کا قیام
13	سورۃ الاحزاب	جنگِ احزاب کے بعد شوال 5ھ میں	عائلی، عسکری اور سماجی احکام
14	سورۃ المجادلہ	5ھ میں	ظہار اور نجویٰ کے احکام
15	سورۃ المنافقون	شعبان 6ھ میں غزوہ بنی المصطلق	نفاق چھوڑو! انفاق کرو!
16	سورۃ النور	6ھ میں	عائلی اور سماجی احکام
17	سورۃ الفتح	صلح حدیبیہ سے واپسی پر ذوالحجہ 6ھ میں	فتوحات ایران و افریقہ کی بشارت
1	سورۃ الجمعہ 1 تا 8 آیات	فتح خیبر کے بعد محرم 7ھ میں	منصب رسالت، تزکیۂ نفس
18	سورۃ المائدۃ	7ھ میں	اسلامی قانون اور سیکولرزم
19	سورۃ التحریم	8ھ میں	عائلی زندگی اور عورت کا کردار
20	سورۃ الممتحنہ	8ھ میں	عورتوں کی جاسوسی اور شہریت

21	سورۃ الحجرات	9ھ میں	اللہ اور رسول ﷺ اور مسلمانوں کے حقوق
22	سورۃ التوبۃ	رجب 9ھ میں غزوۂ تبوک سے پہلے اور بعد	مشرکین، یہود اور نصاریٰ سے جہاد
23	سورۃ البینۃ	10ھ میں	آخری رسول کو نہ ماننے والے دوزخی ہیں
24	سورۃ النصر	10 ذوالحجہ 10ھ میں بمقام منیٰ نازل ہوئی	رسول ﷺ کو وفات کی اطلاع
	وفات رسولؐ	12 ربیع الاول 11ھ، تین ماہ دو دن بعد	

9- کتابی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا:

قرآن مجید کی تفسیر کا نواں اُصول یہ ہے کہ قرآن مجید کو اُس کی کتابی ترتیب کے مطابق سمجھا جائے۔

قرآن مجید کے طالب علم کو حیرت ہوتی ہے کہ نزولی اعتبار سے تو پہلے سورۃ العلق، سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل کی چند آیات نازل ہوئیں، لیکن انہیں قرآن میں پہلے نہیں رکھا گیا۔ نزولی ترتیب اور ہے، کتابی ترتیب اور ہے۔

آخر اس کتابی ترتیب کی کیا حکمتیں ہیں؟ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چیزوں پر نگاہ رکھی جائے۔

(a) توقیفی ترتیب: سورتوں کی موجودہ قرآنی ترتیب توقیفی ہے، یعنی غیر اجتہادی ہے، منجانب اللہ ہے، منجانب جبریلؑ ہے اور منجانب رسول اللہ ﷺ ہے۔ اسی ترتیب سے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، قراء اور حفاظ نسل در نسل قرآن مجید کو ذکر کرتے ہیں اور اسے اگلی نسل تک پہنچاتے ہیں۔ اس ترتیب میں بھی عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ ان پر غور و فکر کرے۔

(b) مکی اور مدنی سورتوں کا حسین و جمیل امتزاج: الفاتحہ مکی ہے۔ پھر چار سورتیں البقرۃ، آل عمران، النساء اور المائدہ مدنی ہیں۔ پھر دو سورتیں الانعام اور الاعراف مکی ہیں اور پھر دو سورتیں مدنی ہیں۔ الانفال اور توبہ۔ اس طرح یہ مکی اور مدنی سورتوں کا ایک حسین لیکن معنی خیز امتزاج ہے۔

(c) سورتوں کے نام:

سورتوں کے ناموں کے بارے میں تین باتیں ذہن نشین کر لیجیے۔

i سورتوں کے ناموں میں سے، صرف چند نام مسنون ہیں، یعنی محمد ﷺ سے ثابت ہیں۔

ii زیادہ تر سورتوں کے نام غیر توقیفی، یعنی اجتہادی ہیں اور علماء نے رکھے ہیں۔

iii بعض سورتوں کے ایک سے زیادہ نام ہیں۔

جیسے سورۃ ﴿الدھر﴾ کا دوسرا نام ﴿الانسان﴾ ہے اور سورۃ ﴿محمد﴾ کا ﴿القتال﴾۔

(d) سورتیں، پارے اور رکوع:

i قرآن مجید کی ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں۔ سورتوں کی تقسیم توقیفی ہے۔ وحی پر مشتمل ہے۔ اجتہاد پر مشتمل نہیں ہے۔

یہی تقسیم فہم قرآن کی اصل بنیاد ہے۔پاروں کی تقسیم سے فہم قرآن میں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔

ii تیس(30)پاروں کی تقسیم غیر توقیفی ، یعنی اجتہادی ہے ،بعد کے ادوار میں علماء نے کی ہے ،یہ محض ایک مقداری (Quantitative) تقسیم ہے۔فہم قرآن میں کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

iii رکوعوں کی تقسیم بھی غیر توقیفی یعنی اجتہادی ہے اور علماء کی جانب سے ہے۔پاروں کی طرح رکوعوں کی تقسیم میں بھی زیادہ تر توجہ مقدار(Quantity) پر ہے،اگرچہ کہیں کہیں کسی حد تک مضمون کی مناسبت کا خیال بھی رکھا گیا ہے، لیکن ہر جگہ نہیں۔

(e) ہر سورت کو ایک اکائی یعنی وحدت(Single Unit) تسلیم کیا جائے:

مندرجہ بالا دلائل سے یہ اُصول ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کے طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ ہر سورت کو ایک وحدت اور اکائی تسلیم کر کے ایک وقت میں ایک سورت کا مطالعہ کرے۔

ہر سورت ایک وحدت اور اکائی (Single & Independent Unit) ہے۔

(f) قرآنی سورتوں کا باہمی تعلق:

قرآنی سورتوں کا آپس میں گہرا باہمی تعلق ہوتا ہے۔جس طرح کسی عالی شان عمارت میں کمرے سے کمرہ جڑا ہوا ہوتا ہے،اسی طرح یوں سمجھیے کہ قرآنِ مجید کے بھی 114 کمرے ہیں اور ہر کمرہ دوسرے سے مربوط ہے، جیسے:

i سورۃ ﴿البقرۃ﴾، سورۃ ﴿آل عمران﴾ سے جڑی ہوئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں ﴿زھراوان﴾ اور ﴿غمامتان﴾ کا نام دیا ہے۔ایک مغضوب کی تفسیر ہے تو دوسری ضالین کی تفسیر ہے۔

ii سورۃ ﴿الطلاق﴾، سورۃ ﴿التحریم﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں کا موضوع عائلی زندگی ہے۔

iii سورۃ ﴿الانفال﴾، سورۃ ﴿التوبہ﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں کا موضوع جہاد ہے۔

iv سورۃ ﴿الضحیٰ﴾، سورۃ ﴿الم نشرح﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دے کر ہدایات دی گئیں۔

v سورۃ ﴿الناس﴾، سورۃ ﴿الفلق﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں پناہ حاصل کرنے کے لیے ہیں۔﴿مُعَوِّذَتان﴾ کہلاتی ہیں۔

10- ہر سورت کا نظمِ جلی بنیادی ڈھانچہ (Macro - structure) معلوم کیا جائے:

فہم قرآن کا دسواں اُصول یہ ہے کہ ہر سورت کا ایک نظمِ جلی یا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ہر سورت چونکہ ایک وحدت ہے، اس لیے طالبِ علم کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ اُس کے بڑے بڑے اجزاء تلاش کرے، جو ایک ذیلی مضمون رکھتے ہوں۔

دوسرے لفظوں میں ہر سورت کو ﴿فقرات﴾ یعنی پیراگرافوں میں تقسیم کیا جائے۔یہ سورت کا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے، جسے میں ﴿نظمِ جلی﴾ کا نام دیتا ہوں۔میری یہ کتاب بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔

نظمِ جلی کی چند مثالیں:

(a) سورۃ البقرۃ کے چار بڑے حصے ہیں۔ پہلا تمہید، دوسرا بنی اسرائیل سے متعلق ہے، تیسرا اُمتِ مسلمہ سے اور آخری اختتامیہ۔

(b) سورۃ آلِ عمران کے دو بڑے حصے ہیں۔ پہلا زیادہ تر اہلِ کتاب اور عیسائیوں سے متعلق ہے اور دوسرے مسلمانوں سے۔

(c) سورۃ الاعراف کے آٹھ حصے ہیں۔ (تمہید اور اختتامیے کے درمیان میں چھ قوموں کے واقعات ہیں)

(d) سورہ ھود کے بھی آٹھ حصے ہیں۔ (تمہید اور اختتامیے کے درمیان میں چھ قوموں کے واقعات ہیں)

(e) سورۃ الکھف کے چھ حصے ہیں۔ (تمہید اور اختتامیے کے درمیان میں چار قصے بیان کیے گئے ہیں)

(f) سورۃ الجمعہ کے دو حصے ہیں۔ (سبت کے ساتھ یہود کا برتاؤ اور مسلمانوں کے لیے احکامِ جمعہ)

(g) سورۃ المنافقون کے دو حصے ہیں۔ (نفاق اور اِنفاق کا باہمی تعلق)

(h) سورۃ النبأ کے بنیادی طور پر تین حصے یا تین پیراگراف ہیں۔ (قیامت۔ طاغین کی صفات۔ متقین کی صفات)

11- ہر سورت کا مرکزی مضمون یا عمود (Theme) معلوم کیا جائے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ ہر سورت کا مرکزی مضمون تلاش کیا جائے۔

ہر سورت کو پیراگرافوں میں تقسیم کرنے کے بعد، ہر ذیلی پیراگراف کا عنوان تلاش کیا جائے۔ اس کے بعد سورت کے مرکزی مضمون کا فہم بہت آسان ہو جاتا ہے۔

مرکزی مضمون کی مثالیں:

(a) سورۃ البقرۃ کا مرکزی مضمون، تبدیلیٔ اِمامت ہے۔

(b) سورۃ الاعراف کا مرکزی مضمون، ہلاکت اور استبدالِ اقوام ہے۔

(c) سورۃ ہود کا مرکزی مضمون، دعوتِ توحید اور دعوتِ استغفار ہے، تاکہ ہلاکت سے بچا جائے۔

(d) سورۃ القصص کا مرکزی مضمون، ﴿عُلُوًّا فِي الارض﴾ کا دنیاوی اور اُخروی انجام ہے۔

(e) سورۃ التین کا مرکزی مضمون، اِمکانِ قیامت کے نقلی اور عقلی دلائل کا جائزہ ہے۔

اس سلسلے میں دو اُصول مدِ نظر ہوں۔

(a) مرکزی مضمون یعنی (Theme) کے تعین میں، نظمِ جلی (Macro-Structure) سے مدد ملتی ہے۔

(b) نظمِ جلی (Macro-Structure) کے تعین میں، سورت کے اجزاء کے موضوعات اور متنوع مضامین رہنمائی کرتے ہیں۔

12- نظمِ خفیف (Micro-Structure) تلاش کیا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ نظمِ خفیف (Micro-Structure) تلاش کیا جائے۔ نظمِ خفیف سے مراد، ایک آیت یا ایک سے زائد آیات میں آنے والے الفاظ کا باہمی ربط ہے۔ قرآنِ مجید کے طالب علم کو ہر لفظ کی اُنگلی پکڑ کر چلنا چاہیے۔ قرآن کا ہر لفظ اپنی جگہ مستقل ہے، کوئی حرف بھی زائد نہیں۔ اللہ تعالیٰ مفسرین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ انہوں نے اپنی تفاسیر میں ایک ایک لفظ پر کئی کئی صفحات لکھے ہیں اور آیت کو آیت سے اور لفظ کو لفظ سے جوڑنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ محذوفات کو دریافت کیا ہے۔ چھپی ہوئی چیزوں کا سراغ لگایا ہے۔ یہاں چند نکات بیان کیے جا رہے ہیں۔

(a) ایک بڑی آیت کے اندر پائے جانے والے مختلف جملوں کے درمیان چھپی ہوئی چیزوں کا سراغ لگانا چاہیے۔

(b) بین السطور (Between the Lines) کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔

(c) محذوفات (Omissions) کو دریافت کرنے کا ہنر سیکھنا چاہیے۔

(d) اکثر آیات صفات الٰہی پر ختم ہوتی ہیں۔ جیسے ﴿الْغَفُورُ الرَّحِيم، الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ، الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ، الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ وغیرہ۔ یہ صفات الل ٹپ (At Random) نہیں آتیں، بلکہ اس کا اگلے یا پچھلے مضمون سے گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ ان مخصوص صفات کا اس مخصوص مقام پر لائے جانے کی حکمت پر غور کیا جائے۔

نظمِ خفیف کی چند مثالیں

(a) سورۃ ﴿التین﴾ میں تین سے زیتون، زیتون سے طورِ سیناء اور طورِ سیناء سے بلدِ امین جڑا ہوا ہے۔ ان چار چیزوں سے احسن تقویم اور اسفل سافلین جڑے ہوئے ہیں یہ سارا مضمون ﴿یوم الدین﴾ یعنی قیامت اور اُس کی جزاء اور سزاء سے مربوط ہیں۔ قیامت ﴿احکم الحاکمین﴾ کے عدل وانصاف پر دلیل ہے۔

(b) آیت الکرسی میں ﴿إِلٰهٌ، الْحَيُّ، الْقَيُّوْمُ﴾ اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کی تنزیہی صفات (عدم نوم اور عدم وسن) آپس میں گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ شفاعت اور علم کا گہرا تعلق ہے۔ ﴿إله﴾ کا کرسی سے تعلق ہے۔ اقتدار کی، تنزیہی صفت ﴿لَا يَؤُدُهُ﴾ سے گہری مناسبت ہے۔ ﴿الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ کی صفات پورے مضمون کا حاصل ہیں۔

آیت الکرسی کی تشریح پر ہمارا رسالہ زیر طبع ہے۔

13- سورۃ کے کلیدی الفاظ پر توجہ دی جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ ہر سورت کے کلیدی الفاظ پر توجہ دی جائے۔

ہر سورت کے اندر بعض کلیدی الفاظ (Key Words) ہوتے ہیں، جو سورت کے فہم میں مددومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن کے طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ ان پر بھرپور نگاہ رکھے۔ جس طرح ایک کمرے میں صوفے دیکھ کر آپ جان لیتے ہیں کہ یہ بیٹھک اور دیوان خانہ ہے۔ کھانے کی میز دیکھ کر کمرے کی غرض وغایت کا اندازہ کر لیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح ہر سورت کے مخصوص الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ مخصوص اصطلاحات اور یہ مخصوص الفاظ، سورت کے مرکزی مضمون (Theme) سے کمال درجے کی مناسبت رکھتے ہیں، اور مرکزی مضمون یعنی عمود کی دریافت میں مدومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

کلیدی الفاظ کی مثالیں:

(a) سورۃ الکھف میں ﴿زینت﴾ کا لفظ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

(b) سورۃ الرحمن میں ﴿ذُوالجلالِ وَالاکرام﴾ کا دو مرتبہ وارد ہوا ہے، یہ دو صفات صرف اسی سورت میں آئی ہیں۔

(c) سورۃ الدھر میں ﴿سبیل﴾ کا لفظ ابتداء میں بھی آیا ہے اور آخر میں بھی۔

(d) سورۃ القصص میں ﴿عُلُوّ فی الارض﴾ کا لفظ ابتداء میں بھی لایا گیا ہے اور آخر میں بھی۔

(e) جیسے سورۃ القمر میں ﴿كَذَّبُوا﴾ اور ﴿كَذَّبَ﴾ جیسے الفاظ۔

14- اقسام القرآن کو دلائل سمجھ کر، دلیل اور مدلول کے ربط کو سمجھا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں جو قسمیں آئی ہیں، ان کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور دلیل اور مدلول کے ربط کو سمجھا جائے۔ اقسام القرآن بھی دلائل ہیں۔

قرآنِ مجید میں ﴿لَيل، نَهَار، تِين، زَيتُون، عَصر، فَجر، ضُحىٰ، العاديات، مُرسَلات﴾ وغیرہ کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ قسم، گواہی اور شہادت ہے۔ یہ ساری قسمیں کسی نہ کسی حقیقت، قاعدے اور کلیے کو ثابت کرنے کے لیے کھائی گئی ہیں۔

مدرسِ قرآن کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ مُقسِم بہ (جس کی قسم کھائی گئی ہے) اور مُقسَم عَلَيهِ (جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے) کے درمیان گہرا تعلق ہوتا ہے۔ (حمید الدین فراہیؒ)۔

ظاہر ہے ﴿وَالْعَصْرِ﴾ کا خسارے سے گہرا تعلق ہے۔ ﴿وَالْعَصْرِ﴾ کی جگہ ﴿وَالْفَجْرِ﴾ نہیں رکھا جا سکتا۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

(a) سورۃ ﴿یٰس﴾ کے آغاز میں حکمت والے قرآن کی گواہی اس لیے پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی سمجھ کر ایمان لائیں۔

(b) سورۃ ﴿الاِنْشِقاق﴾ میں، شفق، رات اور چاند کی گواہیاں اسی لیے پیش کی گئی ہیں، تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ انسان کو بھی مندرجہ بالا تین چیزوں کی طرح ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف سفر کرنا ہے، وہ کشاں کشاں چاہے نہ چاہے اپنے رب کی طرف سفر کر رہا ہے۔

(c) سورۃ ﴿الطارق﴾ میں زمین اور آسمان کی قسم یعنی گواہی اسی لیے فراہم کی گئی ہے کہ جس طرح آسمانِ بادو باراں کے فیض سے زمین پھٹ کر لہلہا نے لگتی ہے، اسی طرح قرآن کے فیض سے بھی انسانی روحیں سیر اب ہوں گی۔ قرآنِ مجید قولِ فیصل ہے، سنجیدہ کلام ہے، ہنسی مذاق نہیں۔ ایک منکرِ خدا، ایک منکرِ رسالت اور ایک منکرِ آخرت کو آپ اُن دلیلوں ہی سے مطمئن کر سکتے ہیں، جن کا وہ خود مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور جن کا وہ خود قائل ہوتا ہے۔

جنت اور دوزخ کا مقصد جزاو سزا (Reward and Punishment) ہے۔ جزاو سزا کے اس الٰہی قانون کو زمین، آسمان، بجلی ہوا، بارش، سمندر وغیرہ کی آفاقی دلیلوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے، جو قرآنِ مجید میں جگہ جگہ موجود ہیں۔

15- متشابہات کی تاویل سے اجتناب کیا جائے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ قرآنی متشابہات کی تاویل سے اجتناب کیا جائے، محکمات اور بینات پر توجہ دی جائے۔ متشابہات کا علم اللہ ہی جانتا ہے۔ ان پر اجمالی ایمان رکھا جائے، تفصیل سے گریز کیا جائے۔

(a) حروفِ مقطعات کے صحیح مطلب کو اللہ سے منسوب کیا جائے اور حتمی ذاتی رائے سے حتی الامکان بچا جائے۔

(b) ﴿کرسی، عرش، ستوی﴾ وغیرہ جیسے الفاظ کی تفصیل اور تکییف سے گریز کیا جائے۔

(c) متشابہات کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ (آل عمران:6)

(d) تمام باطل فرقوں کی اساس، متشابہات کی باطل تاویل پر مشتمل ہوتی ہے۔

16- شانِ نزول کا مطلب، انطباقِ نزول ہے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ شانِ نزول کے صحیح مطلب کو سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب محدث دہلوی نے الفوز الکبیر میں نہایت اہم بحث کی ہے۔ قرآنِ مجید قیامت تک کے لیے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے۔ اس سلسلے میں چند باتیں سمجھ لیجیے۔

(a) نصیحت اور عبرت کسی خاص وقت یا شخص کے لیے محدود نہیں کی جاسکتی۔

(b) شانِ نزول کا مطلب، انطباقِ نزول ہے، یہ نبی ﷺ کے زمانے کا واقعہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان سے پہلے کا بھی، بعد کا بھی اور آج کا بھی۔ شانِ نزول کا مطلب یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کن لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟ کن پر چسپاں ہوتی ہے؟ مصداقِ آیت کون ہے۔

(c) بعض خاص آیات میں ماضی کا واقعہ جاننا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

جیسے: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرۃ: 158)

(d) زیادہ تر مقامات پر پرانے قصے کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ (الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہؒ)

(e) ﴿نَزَلَتْ فِيْ كَذَا﴾ سے مراد، مخصوص افراد نہیں ہوتے، بلکہ عموماً لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(f) مدح وذم کی خبریں بھی عام ہوتی ہیں۔

(g) تکرارِ نزول میں آیت دو مختلف صورتوں پر منطبق ہوتی ہے۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

17- ناسخ ومنسوخ کی معرفت حاصل کی جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت حاصل کی جائے۔ یہاں حدیث کے بارے میں تردد کرنے والوں کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی۔ وحی وحی کو منسوخ کر سکتی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر مریض کو پہلے دور میں ایک دوا دیتا ہے اور پھر کچھ دن بعد اپنی دوا بدل دیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کی نفسیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک خاص وقت تک ایک حکم دیا اور پھر اُس کے بعد اُسے منسوخ کر دیا۔ نسخ کی چار صورتیں ہیں۔ قرآنی وحی، قرآنی وحی کو منسوخ کرتی ہے۔ قرآنی وحی، حدیث کی وحی کو منسوخ کرتی ہے۔ حدیث کی وحی، قرآن کی وحی کو منسوخ کرتی ہے اور حدیث کی وحی، حدیث کی وحی کو منسوخ کرتی ہے۔ اس سلسلے کا اہم اصول یہ ہے۔ ہر منسوخ آیت یا حدیث کے لیے، کسی ناسخ آیت یا حدیث کا ہونا ضروری ہے، ورنہ دعویٰ نسخ باطل ہو گا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک (5) آیات منسوخ ہیں (الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہؒ)۔ مولانا گوہر رحمانؒ کے نزدیک چھ۔ جبکہ شاید ان کی تعداد تین سے زیادہ نہیں۔

(a) موت سے پہلے والدین کے حق میں وصیت کا حکم (البقرۃ:180) منسوخ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وارث کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی" (ترمذی 2047)۔ والدین کا حصہ 1/6 ہے۔ (النساء:12)

(b) بیوہ کو ایک سال تک نان نفقہ اور رہائش کا حکم (البقرۃ:240) منسوخ ہے۔
اب بیوہ کو چار ماہ دس دن صرف زمانہ عدت میں نفقہ ملے گا۔ (البقرۃ:234)

(c) رسول اللہ ﷺ سے اکیلے میں گفتگو کے لیے صدقہ دینے کا حکم (المجادلہ:12) منسوخ ہے۔ اسی سورۃ کی آیت:13 ناسخ ہے۔

(d) تہجد کی نماز میں، نصف شب کم یا زیادہ قرآن پڑھنے کا حکم (المزمل:1 تا 4) منسوخ ہے۔ اب جتنا چاہے قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔
اس سورت کی آخری آیت ہی ناسخ ہے۔ (المزمل:20)

(e) بدکار عورتوں کو موت تک گھر میں بند رکھنے کا حکم (النساء:15) منسوخ ہے۔
قرآن کہتا ہے: غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے ہیں۔ (النور:2)
اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم ہے۔ (بخاری:1912)

18- بدعتی فرقوں کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ بدعتی فرقوں کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے۔

”یہ بدعتی فرقے پہلے، ایک رائے قائم کر لیتے ہیں اور پھر اپنی رائے کے مطابق، آیاتِ قرآنی کی تاویل کرتے ہیں“

یہ بدعتی فرقے، خوارج، روافض، جہمیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، مرجئہ، اشتراکی، سوشلسٹ، سیکولر، قادیانی اور منکرِ حدیث وغیرہ ہیں۔

صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ سلف کے اقوال کی موجودگی میں، گمراہ فرقوں کے مسلک کے مطابق تفسیر کرنا سراسر غلط ہے۔

امتِ وسط و اعتدال، سلف صالح اور ان کے امام ہے۔　(مقدمہ امام ابن تیمیہؒ)

(a) تفسیر باطنی، تفسیر صوفیا اور تفسیر اشاری سے بچا جائے:

تفسیر باطنی، تفسیر صوفیا اور تفسیر اشاری سے بچا جائے۔ صوفی، واعظ اور فقیہ حضرات سے بھی ﴿دلیل﴾ میں بھی غلطی ہوئی ہے اور ﴿مدلول﴾ میں بھی۔ اکثر انہوں نے جو دلیل پیش کی، وہ صحیح حدیث پر مبنی نہیں تھی۔ جھوٹی حدیث تھی یا ضعیف حدیث تھی۔ صحابہ سے منقول قول ثابت ہی نہیں تھا۔ دوسری غلطی مدلول کی تھی۔ انہوں نے قرآن کی آیت تو صحیح نقل کی، لیکن اُس سے غلط استدلال کیا۔ اسی طرح حدیث بھی صحیح تھی، لیکن اس سے غلط معانی لیے گئے۔

اہل تصوف کے ہاں مقبول بہت سی احادیث بے اصل اور جھوٹی ہیں۔ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری الصوفی (المتوفیٰ 412ھ) کی ﴿حقائق التفسیر﴾ ایسی غلطیوں سے بھری پڑی ہے۔　(مقدمہ امام ابن تیمیہؒ)

(ان صاحب پر وضع حدیث کا بھی الزام ہے)۔

تفسیر باطنی قطعاً حرام ہے، کیونکہ اس میں ظاہری شرعی معانی کا انکار کیا جاتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور صرف باطنی مفہوم لیا جاتا ہے۔ یہ کام زیادہ تر اسماعیلیہ، قرامطہ اور غالی صوفیاء نے انجام دیا ہے۔

تفسیر اشاری میں پہلے ظاہری شرعی مفہوم بیان کیا جاتا ہے، پھر باطنی لطائف کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ تفسیر اشاری کی ایک قسم جائز ہے، ایک مکروہ اور ایک حرام۔ تفسیر اشاری بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دی جاتی ہے، اگر مفہوم کسی دوسری آیت کے خلاف نہ ہو، کسی صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو، عربی زبان کے معروف قواعد کے عین مطابق ہو اور بے جا تکلف اور دور از کار تاویلات سے پاک ہو۔ تفسیر اشاری کی بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ قاری کو تلملا کر کہنا پڑتا ہے:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں　صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

مثالیں:

﴿اُدْخِلُوْا نَارًا﴾ کی غلط تفسیر کی گئی: عشق کی آگ میں داخل کیے گئے۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ﴾ کی غلط تفسیر کی گئی: قریبی چیز تو نفس ہے اس لیے نفس کے ساتھ جنگ کرو۔

(b) تفسیر شیعہ اور روافض کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے:

تفسیر شیعہ اور روافض کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے۔ روافض (غالی شیعوں) کی تفسیریں، عجیب و غریب ہوتی ہیں اور حق کے

راستے سے بہت دور ہوتی ہیں۔ بدعتی فرقوں نے ﴿دلیل﴾ اور ﴿مدلول﴾ دونوں میں ٹھوکر کھائی ہے۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)
یعنی ان کی دلیل بے اصل، بے سند اور بلا حوالہ جھوٹی احادیث پر مشتمل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ان سے جو مطلب لیا جاتا ہے، وہ بھی واہیات ہوتا ہے۔

جیسے: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْيَاسِينَ﴾ کی باطل تفسیر، حضرت الیاسؑ کے بجائے ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ يَاسِين﴾ یعنی ﴿آلِ مُحَمَّد﴾ کرنا۔ یہ قرآن کی لفظی تحریف بھی ہے اور معنوی تحریف بھی۔

یا ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ میں ابولہب کے دونوں ہاتھ ﴿يَدَانِ﴾ کی تفسیر، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کرنا۔

(c) معتزلہ کی عقل پرستی سے بچا جائے:

معتزلہ کی عقل پرستی سے بچا جائے۔ عقل سلیم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ بہترین عقل وہ ہے، جو کتاب وسنت کے ماتحت ہو۔ بدترین عقل وہ ہے، جو کتاب وسنت سے متصادم ہو۔ معتزلہ کی تفسیر میں خام عقلیت پائی جاتی ہے۔
بعض معتزلہ قرآن کو مخلوق سمجھتے ہیں۔ بعض معتزلہ اللہ کی صفات کی باطل تاویل کرتے ہیں بلکہ صفات کا انکار کرتے ہیں۔ بعض معتزلی قیامت کے دن رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ بعض صحیح اور ثابت شدہ احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ بعض عذاب قبر کے منکر ہیں۔ یہ اپنی عقل پر اس کے دائرہ کار سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔

قدیم معتزلی:

واصل بن عطاء اور عباسی دور کے معتزلیوں کے عقائد معروف ہیں۔ بعض اہل سنت کے علماء میں بھی بعض چیزیں معتزلیوں کی شامل ہوگئی ہیں۔ ان پر باریک بینی سے نظر ڈالنا ضروری ہے۔ شیخ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف بلاغت کا شاہکار ہے، لیکن اس میں جو اعتزال پایا جاتا ہے، اُس کو جاننا اور پرکھنا ضروری ہے۔

جدید معتزلی:

مصر اور برصغیر ہندوپاک میں اعتزال کا فتنہ پچھلے سو سالوں میں زیادہ پھیلا۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، بس اتنا بیان کرنا کافی ہے کہ جدید معتزلیوں کی ایک قسم وہ ہے جو انگریزوں کی نمک خوار تھی۔ دوسری قسم وہ ہے جو اشتراکیت سے مرعوب تھی، یہی آگے چل کر منکرین حدیث کہلائے۔ تیسری قسم وہ ہے جو صحیح احادیث کا انکار کرتی ہے اور رجم وغیرہ کی منکر ہے۔

19- مخالفِ قرآن وسنت اسرائیلی روایات سے اجتناب کیا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ تفسیر کو اسرائیلی روایات سے پاک رکھا جائے۔ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: تفسیر میں اسرائیلیات استشہاد کے لیے پیش کی جاسکتی ہیں، اعتقاد کے لیے نہیں۔ اس کے تین اصول ہیں۔

(a) قرآن وسنت کے مطابق اسرائیلی روایات کو قبول کرلیا جائے گا۔

(b) قرآن وسنت کے مخالف، اسرائیلی روایات کو مسترد کر دیا جائے گا۔ انبیاء کے بارے میں اسرائیلیات میں نہ صرف فضول اور بے فائدہ تفصیلات ہوتی ہیں، بلکہ بعض انتہائی بے ہودہ قسم کے الزامات بھی پائے جاتے ہیں۔

(c) سدی کبیرؒ (م127ھ) کعب احبار (م35ھ) وھب بن منبہؒ (م116ھ) اور محمد بن اسحاقؒ (م150ھ) کی بیان کردہ اضافی معلومات پر مشتمل اسرائیلی روایات کی نہ تو تصدیق کی جائے گی اور نہ تکذیب، جو قرآن وسنت کے خلاف بھی نہیں ہیں اور جن کی تائید بھی نہیں ہوتی۔

20- قرآن کی سائنسی تفسیر میں احتیاط برتی جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی سائنسی تفسیر نہایت احتیاط سے کی جائے۔ آج کل لوگ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ سائنس بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ ایک کھلی مرعوبیت ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ابدی حقیقتوں پر مشتمل ہے۔ سائنس حقائق کو جاننے اور سمجھنے کی ایک معمولی اور حقیر انسانی کوشش ہے۔ سائنس بدلتی رہتی ہے۔ سائنسی نظریات تبدیلی کے عمل سے گذرتے رہتے ہیں اور گذرتے رہیں گے۔

قرآن نہ بدلا ہے نہ بدلے گا۔ قرآن کی کوئی آیت بوسیدہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن کے بارے میں پروفیسر احسان اکبر صاحب کا یہ شعر حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے اور مجھے بہت محبوب ہے۔

نورِ ربی ہے قرآں، دھندلکا نہیں — ایک آیت کا آنچل بھی ڈھلکا نہیں

آسمانوں سے اترا تو چھلکا نہیں — سب لبوں تک لبالب سُبو آگیا

قرآن کی سائنسی تفسیر میں احتیاط ہو۔ اس کے دو ذیلی اصول ہیں۔

(a) سائنس کے غیر ثابت شدہ نظریات (Theories) کے مطابق تفسیر حرام ہے۔

اُنیسویں صدی کے آخر میں، بعض مفسرین نے اس صدی کی سائنس سے مرعوب ہو کر بعض قرآنی آیات واصطلاحات کی باطل تاویل کی۔

(b) سائنس کے ثابت شدہ نظریات سے تفسیر میں کوئی مضائقہ نہیں (جنہیں بار بار تجربے سے ثابت کیا گیا ہے اور ثابت کیا جا سکتا ہے، جو ظنی نہیں، بلکہ قطعی قوانینِ فطرتِ الٰہی میں شامل ہیں) البتہ یہ بات یاد رہے کہ قرآن کی حقانیت، سائنسی ثبوت کی محتاج نہیں۔

یہ وہ بیس (20) بنیادی باتیں ہیں، جو قرآن کا طالبِ علم اپنے پیشِ نظر رکھے۔ اس طرح وہ بڑی بڑی غلطیوں اور حماقتوں سے بچ سکتا ہے۔